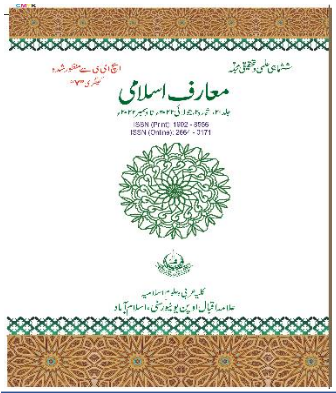

Ma’ārif-e-Islāmī Research Journal
eISSN: 2664-0171, pISSN: 1992-8556
Publisher: Faculty of Arabic & Islamic Studies
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Journal Website: https://mei.aiou.edu.pk/

Vol.21 Issue: 02 (July-December 2022)
Date of Publication: 23-December 2022
HEC Category (July 2022-2023): Y

mei.aiou.edu.pk

Article	اٹھارویں صدی میں فہم قرآن کا ارتقا: امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے کام کا تحقیقی مطالعہ The Evolution of Understanding of the Quran in the 18th Century: The Specific Study of Imam Shah Wali Ullah,s Works
Authors & Affiliations	1. **Muhammad Anas Hassan** *Lecturer, Department of Islamic Studies, Govt, Millat Associate College, Multan. [anskashmiri@gmail.com]* 2. **Dr. Saeed Ul Rehman** *Professor/Ex-Chairman, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan {}* 3. ***Dr. Abdul Qadir Buzdar*** *Professor, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan {drbuzdar786@gmail.com}*
Dates	Received: 20-07-2022 Accepted: 10-09-2022 Published: 23-12-2022
Citation	Muhammad Anas Hassan,Dr. Saeed Ul Rehman,Dr. Abdul Qadir Buzdar, 2022. اٹھارویں صدی میں فہم قرآن کا ارتقا: امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے کام کا تحقیقی مطالعہ [online] IRI - Islamic Research Index - Allama Iqbal Open University, Islamabad. Available at: <https://iri.aiou.edu.pk/?p=74722> [Accessed 25 December 2022].
Copyright Information	اٹھارویں صدی میں فہم قرآن کا ارتقا: امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے کام کا تحقیقی مطالعہ 2022 © by Muhammad Anas Hassan,Dr. Saeed Ul Rehman,Dr. Abdul Qadir Buzdar is licensed under Attribution-ShareAlike 4.0 International
Publisher Information	Faculty of Arabic & Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad

Indexing & Abstracting Agencies

Tehqiqat	IRI	Asian Indexing	Australian Islamic Library	HJRS
تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ	Islamic Research Index	ASIAN Research Index	AUSTRALIAN ISLAMIC LIBRARY From darkness to light! www.AustralianIslamicLibrary.org	HJRS HEC Journal Recognition System

اٹھارویں صدی میں فہم قرآن کا ارتقا: امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے کام کا تحقیقی مطالعہ

The Evolution of Understanding of the Quran in the 18th Century: The Specific Study of Imam Shah Wali Ullah,s Works

محمد انس حسان

لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ ملت ایسوسی ایٹ کالج ملتان

ڈاکٹر سعید الرحمٰن

پروفیسر/سابق چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

ڈاکٹر عبد القادر بزدار

پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

Abstract

Mughal Empire in Sub-Continent was deteriorating, but simultaneously a sun of knowledge, research and Ijtihad was emerged and enlightened with its enchenanting light not only Sub-Continent but the whole Muslim world. The Sun was no other than Imam Shah Wali ullah Dahelvi who was born in 1703 AD. Shah Wali Ullah tried to the make comprehension of Quran easy for common people. He considered, the conveyance of the true message of Quran to the commoners, as an important need of the age. Shah Wali ullah wrote 'Muqadamma Fatah ul Rehman' "الفوز الکبیر فی" ,"مقدمہ فتح الرحمٰن" "اصول تفسیر" and "تاویل الاحادیث". In these books, he gave priciples of tafseer (explanation of Quran) and gave new heights to the old knowledge and skill of tafseer of Quran.The effects of these books on the later tafaseer (explanation of Quran) written after 18th century, are clearly visible.

تعارف

اٹھارویں صدی کے تفسیری سرمایہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات میں فہم وتدبر اور اس کی روشنی میں انسانی سماج کی تفہیم و تشکیل تفاسیر کا موضوع نہیں تھا۔ قرآن کریم میں غور و فکر محض علماء کا حق سمجھ لیا گیا تھا اور عوام الناس کا براہ راست قرآن کریم کا مطالعہ اور اخذ واستفادہ کا تصور بالکل مفقود تھا۔ دینی درسگاہوں میں جلالین اور کشاف جیسی تفاسیر داخل نصاب تھیں اور مسلمانوں کو قرآن کریم سے یک گونہ جذباتی وابستگی بھی تھی مگر یہ جذباتی وابستگی علمی و فکری رجحان پیدا کرنے کی بجائے جمود و تعطل کا سبب بن رہی تھی۔ ڈاکٹر سعود عالم قاسمی نے اٹھارویں صدی کے اس ماحول کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "نظری طور پر تو قرآن دین و شریعت کا پہلا سرچشمہ تسلیم کیا جاتا تھا مگر مسائل و احکام میں فقہی جمود اور بحث واستدلال میں فلسفیانہ موشگافیوں نے جڑ پکڑ لیا تھا۔ محفلیں سجا سجا کر لوگ تصوف اور قصے کہانیوں کی کتابیں پڑھتے تھے مگر ان میں قرآن کے لیے حلقے بنانے کا رجحان نہ تھا۔ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ قرآن کا سمجھنا اور اس پر غور کرنا علماء کا کام ہے اور ان کے لیے صرف اس قدر کافی ہے کہ قرآن کی تلاوت کر لیا کریں۔ قرآن کے درس وتدریس کے ماحول میں بھی قرآن فہمی سے زیادہ تفسیر خوانی پر توجہ صرف ہوتی تھی"۔ (1)

ان حالات میں امام شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے خانوادے نے اپنے دور کے معروضی تفسیری رجحانات سے ہٹ کر ایک نیا رجحان متعارف کروایا جس میں قرآن کریم کی تفہیم و تسہیل اور حکمت و تدبر کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔ خانوادہ ولی اللٰہی نے قرآن کریم کو اپنی علمیت کی نافہمیدہ جولان گاہ بنانے کی بجائے اس کی حقیقی اور ٹھوس تعلیمات کو عوامی سطح پر متعارف کروایا۔ قرآن کریم کے ترجمے اور تفسیر کے اسی رجحان نے عوام الناس میں قرآن کریم کے حوالے سے پائی جانے والی اجنبیت اور نامانوسیت کے تصورات کا خاتمہ کیا، جس کا بین ثبوت خانوادہ ولی اللٰہی کی تحریک رجوع الی القرآن کے اثرات کے تحت پیدا ہونے والا وہ تفسیری ادب ہے جو اٹھارویں صدی سے قبل لکھے جانے والے تفسیری ادب سے حجم میں کہیں زیادہ ہے۔

اگرچہ شاہ ولی اللہ نے اسلامی علوم و فنون کے تمام ہی میادین میں خامہ فرسائی کی ہے لیکن آپ کے فکر و تدبر کا خاص محور اور ذوق و تحقیق کا خاص میدان قرآن کریم ہے۔ شاہ صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن کریم بغیر کسی تفسیر کے پڑھا جائے اور استاد کو چاہیے کہ وہ شاگرد کو مشکل مقامات کو حل کروائے۔ بغیر تفسیر کے محض متن قرآن کی ترویج شاہ صاحب کے والد شاہ عبدالرحیم کی ایجاد ہے جسے شاہ صاحب نے مزید آگے بڑھایا۔[۲] قرآن کریم کو بغیر کسی تفسیر کے پڑھنے کا ذوق خود شاہ صاحب نے اپنے والد سے اخذ کیا تھا۔ شاہ عبدالرحیم کا معمول تھا کہ وہ اکثر احباب کے حلقوں میں تلاوت کے علاوہ دو تین رکوع معانی قرآن کے بیان اور تدبر کے ساتھ پڑھتے۔[۳] وہ قرآن مجید کے علمی نکات اور اسرار و رموز کو بڑے عمدہ انداز میں بیان کرتے۔ قرآنی متن کو شروع سے آخر تک تحقیق سے پڑھانے سے ان کا مقصد یہ تھا کہ طلبا کی قرآن کے جملہ مطالب اور معانی تک براہ راست رسائی ہو جائے اور وہ جان لیں کہ قرآن کریم کا مجموعی طور پر پیغام کیا ہے۔[۴] قرآنی مطالب میں تفکر و تدبر کا یہ اسلوب جو شاہ صاحب نے اپنے والد سے اخذ کیا تھا، اس پر انہیں بہت ناز تھا اور متعدد مقامات پر انہوں نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ قرآن فہمی کا یہ ذوق ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام ہے۔[۵] یہی وجہ ہے کہ صحاح ستہ کے درس سے پہلے شاہ صاحب قرآن کریم کا درس دیتے تھے۔[۶] بلکہ انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ بچوں کو سن تمیز کے پہلے ہی مرحلہ میں قرآن کریم کی تعلیم مع ترجمہ دی جائے تاکہ ان کے اندر پہلی چیز جو داخل ہو وہ قرآن فہمی ہو تاکہ ان کی سلامتی فکر ہاتھ سے نہ جائے۔[۷]

شاہ صاحب کی قرآنی خدمات پر نظر ڈالیں تو محسوس ہوتا ہے کہ ان کے ذہن میں قرآن کریم کی اشاعت کا بہت واضح نقشہ موجود تھا۔ مثلاً:

- ❖ اپنے دور کی مشرکانہ رسوم و رواج اور سماجی انتشار سے بچنے کے لیے وہ قرآن فہمی کو عام کرنا چاہتے تھے۔ اس حوالے سے وہ سابقہ تفاسیر میں اپنے سماجی مسائل کا حل تلاش کرنے کی بجائے براہ راست قرآن کی سادہ تعلیمات پر غور و فکر کر کے اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ آپ کا ترجمہ قرآن بھی اسی ضمن میں ایک کوشش تھی۔
- ❖ آپ قانون اور شریعت کی اساس اور سرچشمہ اول کی حیثیت سے قرآن کو متعارف کرواتے ہیں تاکہ زندگی کے تفصیلی معاملات میں وہی مرجع اور قول فیصل قرار پائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی کتب میں جملہ معاملات میں قرآنی احکام سے استدلال کا اسلوب بڑا نمایاں نظر آتا ہے۔
- ❖ آپ قرآنی کریم میں غور و فکر کے نتیجے میں انسانی سماج کی علمی و فکری بلندی کو انفرادی ذوق کی تسکین کی بجائے اجتماعی مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کرنے کی سوچ رکھتے ہیں۔

- قرآن کریم کا تمام ادیان پر غالب ہونا خلافت راشدہ کے دور میں مکمل ہو چکا ہے۔اس لیے کسی نبی یا ولی کا انتظار غلط ہے۔ غلبہ دین کے لیے قرآن کریم انسانیت پر مبنی نظام کا مکمل ضابطہ فراہم کرتا ہے۔
- قرآن کریم کے مطالب کو کسی مخصوص فن میں محصور کرنا یا اس کے شان نزول کو کسی مخصوص واقعہ تک محدود کرنا درست نہیں بلکہ یہ ایک انقلابی کتاب ہے جو ہر زمانے میں انسانی مسائل کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالتی ہے۔
- آپ کے نزدیک قرآنی قصص سے دراصل مقصود بنی نوع انسانی کو ذکر وتذکیر کے ذریعہ راہ راست پر لانا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ذکر یعنی مطلق تذکیر کے لیے نازل ہوا ہے۔
- قرآن کریم ایک منظم اور مرتبط کتاب ہے جس کی تفہیم سیاق وسباق اور اصول و قواعد کے بغیر ممکن نہیں۔ چنانچہ فہم قرآن کے لیے ان اصولوں کا جاننا بہت ضروری ہے۔
- آپ کے نزدیک درست علم وہ ہے جو حال کے تقاضے اور ضروریات پوری کرے۔اس اعتبار سے یہ صرف قرآن کریم ہی ہے جو زمانے کا ہم رکاب ہے اور اس کے تقاضے پورے کرتا ہے۔ اگر کوئی اپنے زمانے کی تحصیل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن کے واضح اور ظاہر کو پکڑے اور حتی الامکان تاویل سے دور رہے۔

قرآن کریم کے حوالے سے اگرچہ شاہ صاحب کی فکر کا دائرہ ان کی تقریباً ہر ایک کتاب کو محیط ہے لیکن ذیل میں ان تالیفات کا تعارف کروایا جاتا ہے جو خاص طور پر شاہ صاحب نے قرآنیات کے حوالے سے تحریر فرمائی ہیں۔

1۔ **فتح الرحمٰن**: قرآن کریم کے فہم وتدبر کو عوامی سطح پر رواج دینے کے لیے شاہ صاحب نے اس وقت کی عوامی زبان فارسی میں قرآن کریم کا عام فہم ترجمہ کیا۔اس ترجمہ کا آغاز 1140ھ/1728ء میں ہوا۔ 1143ھ/1730ء میں آپ عازم حج ہوئے اور اس سے قبل آپ "زہراوین" یعنی سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران کا ترجمہ کر چکے تھے۔1145ھ/1733ء تک حرمین کی مصروفیات ومشاغل کے سبب ترجمہ قرآن کا کام نہ ہو سکا۔ پھر 1145ھ/1733ء کے بعد شیخ محمد عاشق پھلتی کی تحریک پر ترجمہ کا کام پھر شروع ہوا اور دس پاروں کا ترجمہ ہوا۔اس کے بعد شیخ محمد عاشقپھلتی کو ایک سفر پر روانہ ہونا پڑا اور ترجمہ کا کام پھر موقوف ہو گیا۔1150ھ/1737ء میں بیس پاروں کے ترجمے کا کام ہو گیا۔اس کے بعد شیخ محمد عاشق نے بیس پاروں کے ترجمے کی تسوید کی۔ اس عمل کے بعد پھر تحریک پیدا ہوئی اور آخری دس پاروں کا ترجمہ بھی شعبان 1151ھ/نومبر 1738ء میں مکمل ہو گیا اور ان آخری دس پاروں کی تسوید کا کام رمضان المبارک 1151ھ/دسمبر 1738ء میں مکمل ہوا۔اس کے بعد 1156ھ/1743ء میں خواجہ محمد امین کشمیری کی کوشش سے یہ ترجمہ عام ہوا۔قرآن کریم کا یہ ترجمہ 1140ھ/1728ء میں شروع ہوا اور 1151ھ/1738ء میں یعنی گیارہ سال بعد چار مراحل میں مکمل ہوا۔

شاہ صاحب کا یہ ترجمہ برصغیر میں بہت مقبول ہوا، جس کی شہادت اس ترجمے کے متعدد قلمی ومطبوعہ نسخے ہیں۔

- اس کا پہلا اور سب سے قدیم قلمی نسخہ وہ ہے جو 1165ھ/1751ء میں شاہ صاحب ہی کے حکم سے لکھا گیا۔
- اس کا ایک قلمی نسخہ جامعہ عثمانیہ (حیدر آباد۔دکن) میں کتب خانہ نمبر 204 کے تحت موجود ہے۔اسی کتب خانے میں اس کا ایک اور قلمی نسخہ کتب خانہ نمبر 4715 کے تحت موجود ہے۔

- اس کا ایک قلمی نسخہ خدابخش لائبریری (پٹنہ) کے کتب خانے میں کتب خانہ نمبر 1157/1158 موجود ہے۔ یہ دو جلدوں پر مشتمل ہے جن کے صفحات بالترتیب ۳۸۱+۳۳۴ ہیں۔ کاتب کا نام صفی اللہ بن شیخ فقیر اللہ ہے اور اس قلمی نسخے کی تکمیل جمعہ 27 ربیع الثانی 1181ھ میں ہوئی۔
- فتح الرحمٰن کے دو قلمی نسخے دارالعلوم دیوبند کے کتب خانے میں موجود ہیں جن کی خاص بات ان کے وہ حواشی ہیں جو اب تک غیر مطبوعہ تھے۔
- فتح الرحمٰن کا ایک قلمی نسخہ مولانا ابوالکلام آزاد ریسرچ انسٹیٹیوٹ (ٹونک) کے کتب خانہ میں کتب خانہ نمبر 4264/2 کے تحت موجود ہے۔ اسی کتب خانے میں حاشیہ ترجمہ فتح الرحمٰن کے عنوان سے ایک اور قلمی نسخہ بھی کتب خانہ نمبر: 4264/182-3/1 موجود ہے۔
- اس کا ایک قلمی نسخہ مولانا آزاد لائبریری (علی گڑھ) میں کتب خانہ نمبر: 1/65 کے تحت موجود ہے۔
- جامعہ ملیہ (دہلی) کے کتب خانے میں بھی اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ یہ نسخہ کرم خوردہ ہے۔ 281 صفحات پر مشتمل اس قلمی نسخہ کا کتب خانہ نمبر 118-(7114) ہے۔ اسی کتب خانے میں اس کا ایک اور قلمی نسخہ بھی موجود ہے۔ یہ نسخہ بھی کرم خوردہ ہے اور اس کا کتب خانہ نمبر: 0038(1403) ہے۔
- فتح الرحمٰن کا ایک قلمی نسخہ ندوۃ العلماء (لکھنو) کے کتب خانے میں کتب خانہ نمبر: 3 کے تحت موجود ہے۔ اس نسخے کی ابتدا میں 6 صفحات پر مشتمل مقدمہ بھی ہے۔
- رضا لائبریری (رام پور) میں فتح الرحمٰن کے گیارہ مکمل و نامکمل قلمی نسخے موجود ہیں۔ ان میں سب سے قدیم قلمی نسخہ 1210ھ/1795ء کا ہے، جس کے کاتب کا نام محمد شفیع درج ہے۔
- فتح الرحمٰن کا ایک قلی نسخہ مدینۃ الحکمت لائبریری (کراچی) میں بھی موجود ہے۔ اس نسخے کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں متداول فتح الرحمن کے برعکس کہیں کہیں تشریحی اضافے بھی ہیں۔
- فتح الرحمٰن کا ایک مکمل اور ایک نامکمل قلمی نسخہ مدرسہ پیر جو گوٹھ خیر پور (سندھ) میں موجود ہے۔
- اس کا ایک اور قلمی نسخہ پروفیسر نواز علی شوق (شعبہ سندھی) کراچی یونیورسٹی کے ذاتی کتب خانے میں بھی موجود ہے۔ اس نسخے کے حاشیے میں شاہ عبدالقادر کا اردو ترجمہ بھی ہے۔
- فتح الرحمٰن کا ایک اور قلمی نسخہ مطبع کریمی (بمبئی) کا ہے جو 1320ھ/1902ء میں لکھا گیا۔ اس قلمی نسخے میں سندھی ترجمہ قاضی عزیز اللہ (م: 1293ھ/1877ء) کا ہے جبکہ فارسی ترجمہ شاہ صاحب کا ہے۔ یہ نسخہ 800 صفحات پر مشتمل ہے۔
- نیشنل لائبریری (کراچی) میں بھی اس کا ایک مکمل اور ایک نامکمل قلمی نسخہ موجود ہے۔ جس میں فارسی ترجمہ شاہ صاحب کا اور اردو ترجمہ شاہ عبدالقادر کا ہے۔

- اسی طرح سچل لائبریری (خیر پور) میں اس کا ایک عمدہ قلمی نسخہ موجود ہے، جس کے ترقیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ میر رستم تالپور کے لیے 1253ھ/1837ء میں لکھا گیا۔ جامعہ ہمدرد دہلی میں بھی اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔ 241 صفحات پر مشتمل اس قلمی نسخے کا اکثر حصہ دیمک زدہ ہے۔
- فتح الرحمٰن کا ایک اور قلمی نسخہ ادارہ تحقیقات اسلامی (اسلام آباد) کے کتب خانے میں موجود ہے۔ ترقیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ عظمت اللہ بن حافظ لطف اللہ نامی کاتب نے 1172ھ/1759ء میں تحریر کیا اور سید نور شاہ نے شاہ صاحب کی زندگی کے آخری چار سالوں میں کسی وقت اس پر شاہ صاحب سے اجازت روایت حاصل کی۔ اس قلمی نسخے میں بہت سے ایسے حواشی ہیں جو مطبوعہ نسخوں میں نہیں ملتے۔ اگر فتح الرحمٰن کا مصحح و محقق نسخہ تیار کیا جائے تو اس کے لیے شاہ صاحب کی زندگی میں لکھے گئے اس قلمی نسخے کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔
- فتح الرحمٰن کا ایک اور قلمی نسخہ اسلامیہ کالج (پشاور یونیورسٹی) میں موجود ہے۔ اس نسخے میں دیباچہ وضمیمہ بھی شامل ہیں۔ دیباچہ تو وہ ہے جو مطبع ہاشمی (میرٹھ) کے 1285ھ/1869ء والے نسخے کے شروع میں ہے جبکہ ضمیمہ سے مراد "المقدمہ فی قوانین الترجمہ" ہے۔
- شیخ احمد منزوی نے بھی فتح الرحمٰن کے چھ قلمی نسخوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں سے تین کتب خانہ گنج بخش (اسلام آباد) ایک کتب خانہ محمد شفیع اللہ (مردان)، ایک خانقاہ مہرویہ (گولڑہ شریف)، ایک پشاور یونیورسٹی (پشاور) میں موجود ہیں۔

یقیناً فتح الرحمٰن کے ذکر کردہ قلمی نسخوں کے علاوہ دیگر قلمی نسخے بھی ہوں گے۔ لیکن راقم کو تحقیق و تلاش کے نتیجے میں یہی قلمی نسخے مل سکے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان قلمی نسخوں کو سامنے رکھ کر فتح الرحمٰن کا ایک مصحح و محقق نسخہ تیار کیا جائے۔ پی ایچ ڈی سطح کا یہ کام محققین کی توجہ کا طالب ہے۔

قلمی نسخوں کی طرح فتح الرحمٰن کے مطبوعہ نسخوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ محمد عالم مختار حق نے اس کے 32 مطبوعہ نسخوں کی فہرست مرتب کی ہے۔ یہ ایک عمدہ کاوش ہے لیکن اس فہرست میں بہت سی طباعتوں کا ذکر نہیں ملتا۔ مثلاً محمد خیر الدین حیدر آبادی نے فتح الرحمٰن کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا تھا جو "التفسیر الجمالی علی التنزیل الجلالی" کے عنوان سے 1294ھ/1877ء میں ترکی سے طبع ہوا تھا۔ اس کا پنجابی ترجمہ مطبع صدیقی (لاہور) سے 1313ھ/1895ء میں طبع ہوا تھا۔ جبکہ اردو ترجمہ "تفسیر مظہر القرآن" کے ساتھ ضیاء القرآن پبلی کیشنز (لاہور) سے 2007ء میں طبع ہوا ہے۔ اس کے سب سے پہلے جس مطبوعہ نسخے کا پتہ چلتا ہے وہ 1248ھ/1831ء کا ہے جو کلکتہ کا مطبوعہ ہے۔ اس طباعت میں یہ "موضح قرآن" کے ساتھ طبع ہوا تھا۔ البتہ جداگانہ طور پر اس کی پہلی اشاعت مطبع ہاشمی (میرٹھ) سے 1285ھ/1868ء میں ہوئی۔ اس ترجمہ کے آغاز میں شاہ صاحب نے ایک مختصر مگر جامع مقدمہ تحریر کیا ہے۔ اس مقدمہ میں شاہ صاحب نے ترجمے کے اغراض و مقاصد اور اس کے امتیازی پہلو اجاگر کیے ہیں ۔ یہ مقدمہ شاہ صاحب کے فہم قرآن کو سمجھنے میں بہت مدد و معاون ہے۔ یہ مقدمہ متعدد مرتبہ ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ لیکن اس کا سب سے عمدہ اور محقق نسخہ وہ ہے جسے مفتی عبدالخالق آزاد (مسند نشین خانقاہ رائے پور) نے دارالعلوم دیوبند کے قلمی نسخے کی مدد سے نہایت محنت سے مرتب کیا ہے۔ فارسی زبان میں قرآن کریم کے دیگر تراجم کے ہوتے شاہ صاحب کو ایک نئے ترجمے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اس پر شاہ صاحب لکھتے ہیں:

دریں زمانہ کہ مادر آنیم و دریں اقلیمے کہ ما ساکن آں ایم۔ نصیحت مسلماناں اقتضاے کند کہ ترجمہ قرآن عظیم بہ زبان فارسی سلیس و روز مرہ متداول، بے تکلف فضیلت نمائی، و بے تصنع عبارت آرائی بغیر تعرض قصص مناسبہ و بغیر ایراد توجیہات منشعبہ تحریر کردہ شود، تا خواص و عوام ہمہ یکساں فہم کنند۔ و صغار و کبار بیک وضع ادراک نمایند۔(۸)

"آج ہم جس زمانے اور جس ملک میں ہیں، مسلمانوں کی خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ سلیس فارسی زبان میں روزمرہ محاورے کو سامنے رکھ کر کیا جائے، جس کی عبارت ہر طرح کے تصنع، بناوٹ اور علمی نمود و نمائش سے پاک ہو۔ اس میں قصص و واقعات اور غیر ضروری توجیہات و تشریحات بیان نہ کی جائیں۔ تاکہ عام و خاص یکساں طور پر اس کو سمجھ سکیں اور چھوٹے بڑے ایک ہی نہج پر اس کا فہم و ادراک حاصل کریں"۔

شاہ صاحب کی اس عبارت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے زمانے یعنی اٹھارویں صدی میں مطالعہ قرآن کا رجحان عام نہ تھا۔ لوگ رومی و سعدی کے قصوں کے لیے مجالس منعقد کرتے لیکن قرآن کریم کی مجالس سے دور تھے۔ ترجمہ قرآن کریم دراصل عوامی سطح پر قرآن فہمی کو عام کرنے کی ایک شعوری کوشش تھی۔ افسوس کہ بعض ناقدین نے شاہ صاحب پر یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے یہ ترجمہ محض اپنے ادبی و روحانی ذوق کی تسکین کے لیے کیا تھا۔ چنانچہ سید اطہر عباس رضوی لکھتے ہیں:

The new translation being started by Shah Wali Allah to satisfy his own literary and spiritual tastes. He did not give high priority to its production.(9)

حالانکہ یہ بات قطعی طور پر درست نہیں۔ ترجمہ قرآن بابت شاہ صاحب اس درجہ محتاط تھے کہ اس کی تسوید و تبییض کے ساتھ ساتھ اس کے کاتب کے لیے بھی شاہ صاحب نے اصول واضح کیے ہیں کہ اس ترجمہ کو لکھتے وقت کن کن باتوں کی رعایت ملحوظ خاطر رکھیں۔ ترجمہ قرآن کے ضمن میں شاہ صاحب نے چند مقاصد بیان کیے ہیں۔(۱۰)

- یہ ترجمہ خاص طور پر محنت کش مزدور طبقہ کے لیے کیا گیا ہے۔ نیز وہ لوگ بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں جن کے پاس وقت کی کمی ہے یا پھر انہیں آخری عمر میں توبہ کی توفیق حاصل ہوئی۔ بچوں کو یہ ترجمہ شعور کی عمر کو پہنچتے ہی پڑھانا چاہیے تاکہ وہ اپنے گرد و پیش کے ماحول سے متاثر نہ ہوں اور ان کی فطری سلامتی قائم رہے۔
- اس ترجمہ کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ عام لوگ جو نحوی و صرفی تراکیب کو سمجھنے سے قاصر ہیں ان کو قرآنی تفسیر کا کم سے کم درجہ سکھا دیا جائے۔ چونکہ عام لوگ طویل تفسیری ابحاث کی تحقیق اور مطالعہ سے عاجز ہیں، اس لیے ان کی توجہ محض ترجمہ تک محدود رکھی گئی ہے۔
- ترجمہ قرآن کے حوالے سے متعارف جملوں اور روزمرہ الفاظ و تراکیب کا استعمال کیا گیا ہے۔ تاکہ عام لوگ قرآنی تعلیمات کو اپنے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے اس کا حقیقی شعور و ادراک حاصل کر سکیں۔

❖ قدیم تراجم میں یا تو ترجمہ تحت اللفظ کیا گیا ہے یا پھر ترجمہ حاصل المعانی کیا گیا ہے۔ تاہم ان دونوں اسالیب کے بعض نقائص کے سبب یہ ترجمہ دونوں قسم کے تراجم کو جامع ہے۔ ترجمہ کے درمیان تشریحی الفاظ کا اضافہ دراصل مدعاء کلام کی وضاحت کی غرض سے ہے۔ اس بنا پر یہ ترجمہ محض ترجمہ نہیں بلکہ ترجمانی کا کام کرتا ہے۔

اس ترجمہ کے چند خصائص درج ذیل ہیں:

❖ فتح الرحمٰن میں شاہ صاحب نے ترجمہ کے ساتھ مختصر حواشی بھی تحریر کیے ہیں جو شاہ صاحب کے فہم قرآن کو سمجھنے میں بہت مدد فراہم کرتا ہے۔ ان حواشی میں شاہ صاحب نے شان نزول، ربط آیات، ناسخ و منسوخ، فقہی احکام اور تمثیلات و محاکات پر گفتگو کی ہے۔ حاشیہ کا سب سے بڑا امتیاز جامعیت اور اختصار ہے۔ مثلاً: "**یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین**"(۱۱) کا ترجمہ کیا ہے "جہاد کن باکافراں و جہاد کن بامنافقاں۔(۱۲) اس کے حاشیہ میں محض دو لفظ لکھے ہیں یعنی "بسیف" و "بزبان" مطلب کافروں سے تلوار سے جنگ کرو اور منافقین سے زبان سے جہاد کرو۔ محض دو الفاظ نے جس طرح مدعا بیان کر دیا ہے اسے بیان کرنے سے کئی صفحات قاصر ہیں۔ ولی اللہی فکر کے شارح مولانا عبید اللہ سندھی نے شاہ صاحب کے ان حواشی کی بہت تعریف کی ہے۔(۱۳)

❖ شاہ صاحب نے متعدد مقامات پر متقدمین سے اختلاف کیا ہے، اور مسئلہ زیر بحث میں اپنے ذاتی رجحان کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً: "**ان الارض یرثھا عبادی الصالحون**" (۱۴) کا مطلب عام طور پر مفسرین کے نزدیک (ارض جنت نیک لوگوں کے لیے ہے)۔ لیکن شاہ صاحب نے اس آیت میں "ارض" سے مراد جنت نہیں بلکہ حقیقی زمین لیا ہے اور "**صالحون**" امت محمدیہ کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: در آخر زمان پیغامبرے مبعوث شود و امت او بر ہر زمین غالب شود(۱۵) (آخری زمانے میں ایک پیغمبر مبعوث ہوگا اور اس کی امت زمین پر غالب ہوگی)۔ اسی طرح: "**اتی المال علی حبہ**"(۱۶) میں مفسرین نے ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ کو قرار دیا ہے، یعنی اللہ سے محبت کی وجہ سے مال خرچ کرتے ہیں۔ لیکن شاہ صاحب نے ضمیر کا مرجع مال کو قرار دیا ہے۔(۱۷) یعنی مال سے محبت کے باوجود مال خرچ کرتے ہیں۔

❖ شاہ صاحب نے فتح الرحمٰن میں اس بات کی رعایت رکھی ہے کہ اگر ایک آیت اپنے اندر ایک سے زیادہ معانی کی گنجائش رکھتی ہے تو اسے بیان کیا ہے۔ اس سے وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ترجمہ کے اس تنوع میں دونوں معانی اختیار کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً: "**الحاقۃ ماالحاقۃ**"(۱۸) کا ترجمہ "قیامت چیست آں"(۱۹) قیامت کیا ہے۔ لیکن حاشیہ میں اس کا ترجمہ "عقوبت ثابت چیست آن عقوبت ثابت"(۲۰) بیان کیا ہے۔ اسی طرح شاہ صاحب نے کئی مقامات پر آیت کا وہ معنی بیان کیا ہے جو ان سے قبل کسی نے بیان نہیں کیا۔ مثلاً: "**و فار التنور**"(۲۱) سے عام طور پر مفسرین زمین میں سے پانی کا ابلنا مراد لیتے ہیں۔ لیکن شاہ صاحب اس سے مراد غضب الٰہی لیتے ہیں۔(۲۲)

❖ شاہ صاحب نے تعارض ظاہری کو رفع کرنے کے لیے تطبیق کے اصولوں کو بھی استعمال کیا ہے۔ مثلاً مکی سورتوں میں مذکور ہے کہ یہود قرآن کی تصدیق کرتے ہیں جبکہ مدنی سورتوں میں کہا گیا ہے کہ یہود اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ اس میں شاہ صاحب نے یہ تطبیق کی ہے کہ مکہ میں اہل یہود کو دین کی دعوت نہیں دی گئی تھی۔ اس وجہ سے وہ قرآن کریم کا انکار نہیں کرتے تھے۔ لیکن مدینہ میں جب ان کو دین کی دعوت دی تو وہ عناد کا شکار ہو گئے۔(۲۳)

❖ فتح الرحمٰن کے بعض کمزور پہلو بھی ہیں مثلاً اسرائیلی روایات کے حوالے سے شاہ صاحب نے مقدمہ میں جو اصول وضع کیے ہیں اس کی مکمل پاسداری کی ہے۔ لیکن "ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ"[۲۴] کے ضمن میں شاہ صاحب نے اپنے اس اصول کو نظرانداز کردیا ہے۔ اسی طرح قصہ موسیٰ وخضر میں "غلاما" کا ترجمہ شاہ صاحب نے "نوجوان" کیا ہے[۲۵] جو کہ آیت کے سیاق وسباق سے مناسبت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ اسی سورۃ میں نوجوان کے لیے "فتیۃ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

فتح الرحمٰن کا جائزہ تفصیل کا متقاضی ہے۔ اس پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور بہت کچھ لکھے جانے کی گنجائش باقی ہے۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ یہ ترجمہ قرآن خانوادہ ولی اللّٰہی کے فہم قرآن کی فکری اساس ہے۔ اسی ترجمہ کے نتیجے میں "موضح قرآن" اور "فتح العزیز" جیسے شاہکار منظر عام پر آئے، جنہوں نے عوامی سطح پر قرآن فہمی کو مزید سہل اور آسان بنا کر پیش کیا۔ چنانچہ یہ کہنا شاید نامناسب نہ ہو کہ اٹھارویں صدی میں کی گئی قرآن فہمی کی اس کاوش نے آنے والے دور پر گہرے اثرات مرتب کیے اور علم وفکر کی کئی شمعوں نے اس سے جلا پائی۔

2۔المقدمہ فی قوانین الترجمہ: قرآن کریم کے فارسی ترجمہ کے ضمن میں شاہ صاحب نے بعض اصول وضوابط متعین کیے تھے اور ان اصول وضوابط کو خود اپنی ایک تحریر میں "المقدمہ فی قوانین الترجمہ" کا عنوان دیا تھا۔ یہ "المقدمہ" فتح الرحمٰن کے آغاز میں لکھے گئے مقدمہ سے الگ تحریر ہے جو بہت عرصہ تک محققین کی نظروں سے اوجھل رہی۔ سب سے پہلے اس کا ذکر اس وقت سننے میں آیا جب مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی (م:1381ھ/1962ء) نے اس کے ایک قلمی نسخے کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا فارسی متن اور اردو ترجمہ اکتوبر-نومبر 1945ء میں ماہنامہ برہان (دہلی) سے دو اقساط میں شائع کیا۔ مولانا سیوہاروی نے اس کے جس قلمی نسخہ سے استفادہ کیا وہ عربیک اینڈ پرشین انسٹی ٹیوٹ (ٹونک) کے کتب خانے میں کتب خانہ نمبر:2/216 کے تحت موجود ہے۔ یہ قلمی نسخہ 5 صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا سائز 22x16 ہے۔ ہر صفحہ پر 18 سطریں ہیں۔ اس قلمی نسخہ کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے کاتب سید محمد علی حسینی سقطی ہیں جو سید احمد شہید کے بھانجے ہیں۔ یہ نسخہ 1227ھ/1812ء میں لکھا گیا۔ تاہم کتابت کی اغلاط کثرت سے ہیں۔ مولانا سیوہاروی نے اسے تبرک سمجھ کر شائع تو کردیا مگر انہیں بھی اس کا احساس تھا کہ اغلاط کی کثرت کو دیگر نقول سے تقابل کرکے تحقیقی انداز میں شائع کیا جائے۔[۲۶] لیکن انہیں اس کا موقع نہ مل سکا۔ مولانا عبدالرشید لاہوری نے مولانا سیوہاروی کے کام کو عجلت پر مبنی قرار دیا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ انہوں نے مختلف قلمی نسخوں کی مدد سے اس کی تصحیح کرلی ہے۔[۲۷] لیکن یہ کام منظر عام پر نہ آسکا۔ "المقدمہ فی قوانین الترجمہ" کا محققانہ ایڈیشن مرتب کرنے کی سعادت مفتی عبدالخالق آزاد (مسند نشین خانقاہ رائے پور) کے حصے میں آئی۔ انہوں نے چار قلمی نسخوں کی مدد سے اس کا متن صاف کیا اور نہایت عمدہ انداز میں اس کا اردو ترجمہ کیا۔ ان کے پیش نظر درج ذیل قلمی نسخے رہے۔

- نسخہ ٹونک، سن کتابت:1227ھ/1812ء، کاتب: سید محمد علی۔
- نسخہ ندوۃ العلماء، سن کتابت:1232ھ/1816ء، کاتب: سید ابراہیم نصیر آبادی۔
- نسخہ ندوۃ العلماء، سن کتابت نامعلوم، کاتب: نامعلوم۔

عبدالرشید لاہوری نے ایک اور قلمی نسخے کا بھی ذکر کیا ہے جو مولانا سید نورالحق علوی (استاد اورینٹل کالج لاہور) کے ذاتی کتب خانے میں تھا۔ مگر ان کے انتقال کے بعد ان کے ورثاء کی بے توجہی کی نظر ہو گیا۔[۲۸] مفتی عبدالخالق آزاد (مسند نشین خانقاہ رائے پور) کا یہ کام قابل تقلید محققانہ کام ہے۔ مگر ہمیں اس کے بعض دیگر قلمی نسخوں کا علم ہوا ہے جو اگر مفتی صاحب جیسی علمی شخصیت کو دستیاب ہوتے تو ان کا کام مزید اہمیت اختیار کر جاتا۔ مثلاً:

- "المقدمہ فی قوانین الترجمہ" کا ایک قلمی نسخہ مولانا ابوالکلام آزاد عربیک/پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (ٹونک) کے کتب خانے میں کتب خانہ نمبر:2/216۔6/1988۔1/4264 کے تحت موجود ہے۔
- اس کا ایک ااور قلمی نسخہ جامعہ ملیہ (دہلی) میں کتب خانہ نمبر:0022۔(7520) کے تحت موجود ہے۔ یہ قلمی نسخہ 25x20 سائز کے 2 صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ 27 سطروں پر مشتمل ہے۔
- اس کا ایک اور قلمی نسخہ خدابخش لائبریری (پٹنہ) کے کتب خانے میں کتب خانہ نمبر:65 کے تحت موجود ہے۔ یہ قلمی نسخہ 16 صفحات پر مشتمل ہے۔
- اسی کا ایک اور قلمی نسخہ دارالعلوم (دیوبند) کے کتب خانے میں بھی ہے جو 6 صفحات پر مشتمل ہے۔
- اس کا ایک اور قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ (حیدر آباد۔دکن) کے کتب خانے میں بھی موجود ہے اور یہ بھی 6 صفحات پر مشتمل ہے۔
- اسی کا ایک اور قلمی نسخہ تو وہ ہے جس کا ذکر نسخہ ٹونک کے ضمن میں آیا ہے اور جس کو سامنے رکھ کر مولانا سیوہاروی نے ترجمہ کیا تھا۔ مگر عربیک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (ٹونک) کے اسی کتب خانے میں "المقدمہ" کے تین اور بھی قلمی نسخے موجود ہیں، جو پہلے کے علاوہ ہیں۔ ان میں پہلا نسخہ 1271ھ/1854ء کا ہے۔ اس کے کاتب حافظ محمد امین ہیں اور 6 صفحات پر مشتمل اس قلمی نسخے کا کتب خانہ نمبر:2/1547 ہے۔ دوسرے نسخے پر سن کتابت درج نہیں۔ یہ 8 صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا کتب خانہ نمبر:6/1988 ہے۔ جبکہ تیسرے قلمی نسخے کے تین صفحات ہیں اور اس کا کتب خانہ نمبر 4264/1 ہے۔
- اس کا ایک اور قلمی نسخہ اسلامیہ کالج (پشاور یونیورسٹی) میں بھی ہے جو فتح الرحمٰن کے ساتھ ملحق ہے اور یہ 6 صفحات پر مشتمل ہے۔
- اسی کا ایک اور قلمی نسخہ دارالمصنفین (اعظم گڑھ) کے کتب خانے میں بھی ہے اور اس کے بھی 6 صفحات ہیں۔

المقدمہ فی قوانین الترجمہ کی 4 اشاعتوں کا علم ہو سکا ہے جو درج ذیل ہیں:

- مشمولہ فتح الرحمٰن، مطبع ہاشمی (میرٹھ)، 1280ھ/1868ء۔
- مشمولہ فتح الرحمٰن، اصح المطابع (کراچی)، سن ندارد۔
- مشمولہ فتح الرحمٰن، اکادمی دعوۃ دانش گاہ بین الملی اسلامی (اسلام آباد)، 1422ھ/2001ء۔
- مشمولہ فتح الرحمٰن، تاج کمپنی لمیٹڈ (لاہور)، سن ندارد۔

اس کا اردو ترجمہ مع متن سب سے پہلے مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے کیا جو برہان (دہلی)، اکتوبر۔ نومبر 1945ء میں طبع ہوا۔ جبکہ دوسرا اردو ترجمہ مع متن مولانا محمد مشتاق تجاوری نے کیا اور یہ اسلام اور عصر جدید (دہلی)، جولائی۔ اکتوبر 2010ء میں طبع ہوا۔ اس کا تیسرا اردو ترجمہ مع متن مفتی عبدالخالق آزاد نے کیا جو سابقہ دونوں کاموں سے بہتر ہے۔ سندھی زبان میں اس کا ترجمہ مولانا غلام مصطفٰی قاسمی نے کیا جو الرحیم سندھی (حیدر آباد)، اکتوبر۔ نومبر 1965ء میں طبع ہوا۔ مولانا سعود عالم قاسمی نے المقدمہ کا سن تالیف 1150ھ سے 1151ھ کے درمیان بتایا ہے (۲۹) لیکن مفتی عبدالخالق آزاد نے ایک الگ رائے قائم کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ہماری رائے یہ ہے کہ اس رسالے کی تالیف کے حوالے سے یہ سن متعین کرنا درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ "مقدمہ فتح الرحمٰن بترجمۃ القرآن" کا ایک قلمی نسخہ ہمارے سامنے ہے، اس کے حاشیے پر شاہ صاحب کا لکھا ہوا ایک "منهیه" ہے، جس میں ترجمہ قرآن کے آغاز کا سن 1141ھ/1728ء تحریر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ اسی سن میں لکھا گیا"۔ (۳۰)

تاہم مولانا قاسمی کی دلیل شاہ صاحب کی یہ عبارت ہے:

ایں رسالہ ایست در قواعد ترجمہ مسماۃ بالمقدمہ فی قوانین الترجمہ کہ در وقت تسوید قرآن قلم بضبط آں جاری شد۔ (۳۱)

"یہ رسالہ ترجمہ نگاری کے اصول و ضوابط کے بیان میں ہے۔ اس کا نام "المقدمہ فی قوانین الترجمہ" ہے۔ قرآن کریم کے ترجمہ کا مسودہ تیار کرنے کے دوران اس رسالے کو تحریر کیا۔"

مفتی عبدالخالق آزاد نے "تسوید" کی توجیہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اس سے مراد زہراوین کی "تسوید" ہے جو سفر حرمین سے قبل کی بات ہے۔ گویا اس سے مکمل ترجمہ قرآن کی تسوید مراد نہیں ہے۔ اگرچہ عمومی تاثر یہی ہوتا ہے کہ بندے نے جو کام کرنا ہوتا ہے پہلے اس کے اصول و قوانین متعین کرتا ہے اور بعینہ یہ عمل شاہ صاحب نے بھی کیا ہوگا۔ لیکن شاہ صاحب نے فتح الرحمٰن پر مختصر تفسیری نکات تحریر کیے ہیں جبکہ ہم جانتے ہیں کہ اصول تفسیر پر آپ کی کتاب "الفوز الکبیر" اس کے بعد تحریر کی گئی۔ دوسری بات یہ کہ "تسوید" کی توجیہ میں کوئی قوی قرینہ کسی کے پاس موجود نہیں۔ شاہ صاحب نے ترجمہ قرآن کا کام گیارہ سال کے عرصے میں چار مختلف مراحل میں کیا۔ یقیناً "زاہروین" سفر حرمین سے قبل لکھا جا چکا تھا لیکن اس کا ذکر ہمیں محض شاہ صاحب کی عبارات میں ملتا ہے۔ اگر تسوید سے مراد "زاہروین" کی تسوید تھی تو اس کے تسوید شدہ قلمی نسخے کا کسی تاریخی ماخذ سے بہر حال پتہ نہیں چلتا اور نہ ہی اس کا کوئی قلمی نسخہ اب تک کسی کتب خانے میں مل سکا ہے۔ تیسری بات یہ کہ شاہ صاحب کا معمول تسوید کے حوالے سے تکمیل کے بعد کا رہا ہے۔ چونکہ شاہ صاحب نے اس کا سن تالیف ترجمہ قرآن کی تسوید کے زمانے کو قرار دیا ہے اس بنا پر اس کا سن تالیف سفر حرمین سے واپسی کے بعد یعنی 1145ء سے 1151ء کے درمیان کے زمانے کو قرار دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ جب آپ نے ترجمہ قرآن کا بیشتر کام سرانجام دیا۔

"المقدمہ فی قوانین الترجمہ" میں شاہ صاحب نے ترجمہ نگاری کے اسالیب پر بحث کی ہے۔ نیز فارسی الفاظ و تراکیب کے استعمالات کی نشاندہی کی ہے۔ شاہ صاحب نے اپنے دور تک کے تین اسالیب ترجمہ کا تحلیلی جائزہ لیا ہے اور پھر ان کے برعکس اپنے اختیار کردہ چوتھے اسلوب پر بحث کی ہے۔ ترجمہ نگاری میں عربی اور فارسی کے اختلافی مقامات اور اسالیب کا جائزہ لیا ہے تاکہ مترجم

پیچیدگی اور مشکلات سے بچ سکے۔ شاہ صاحب نے اس مختصر رسالے میں ترجمہ نگاری کے جن اساسی اصولوں کی نشاندہی کی ہے۔ خانوادہ ولی اللٰہی کے تاریخی تسلسل میں ہمیں اس کی روح واضح طور پر نظر آتی ہے۔ چنانچہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی عبد الخالق آزاد نے لکھا ہے کہ:

> "المقدمہ فی قوانین الترجمہ کا مطالعہ اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی نے ترجمے سے متعلق امور پر حقائق کے تناظر میں غور و فکر کیا ہے اور اس حوالے سے معروضی انداز فکر اپنایا ہے۔ کوئی پہلو شاہ صاحب کی نظر سے اوجھل نہیں رہا۔ ہر پہلو کے حوالے سے بنیادی اصول و ضوابط متعین کر دیے ہیں۔ باقی جہاں تک تفصیلات کا تعلق ہے وہ آپ کے صاحبزادگان اور ولی اللٰہی سلسلے کے خوشہ چین حضرات نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دی ہیں۔ ولی اللٰہی سلسلے کے علماء کے بعد کے اردو تراجم انہی اصولوں کی تفصیلات و تشریحات پر مشتمل ہیں"۔(۳۲)

3۔ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر: اصول تفسیر کے ضمن میں "الفوز الکبیر" (فارسی) شاہ صاحب کا وہ کام ہے جس پر برصغیر کے مسلمان جس قدر فخر کریں وہ کم ہے۔ اس کتاب میں شاہ صاحب نے بڑی جامعیت کے ساتھ گزشتہ ایک ہزار سالہ دور کے علوم قرآنیہ کا نچوڑ بیان کیا ہے۔ نیز علوم قرآنیہ کے سابقہ کام میں کئی مفید اضافے بھی کیے ہیں۔ مثلاً:

1. علوم تاویل قصص الانبیاء
2. علوم خمسہ قرآنیہ
3. علوم ترجمہ قرآن کریم
4. علوم خواص القرآن
5. علوم حروف مقطعات (۳۳)

مفتی عبد الخالق آزاد لکھتے ہیں:

> "یہ پانچ علوم ایسے ہیں کہ قرآن حکیم کے تقریباً تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ انسانی سوسائٹی کی تشکیل کے لیے جن بنیادی اساسی امور کی ضرورت ہے، وہ ان پانچ علوم میں بیان ہو جاتے ہیں"۔(۳۴)

الفوز الکبیر کے متعدد قلمی نسخے موجود ہیں۔ راقم کو تلاش کے بعد درج ذیل قلمی نسخوں کا علم ہو سکا ہے:

- رضا لائبریری (رام پور) کے کتب خانے میں اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ نمبر 66 کے تحت وجود ہے۔ ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کاتب کا نام حضور اللہ کشمیری ہے اور اسے 1179ھ/1766ء میں تحریر کیا گیا۔ گویا یہ نسخہ شاہ صاحب کی وفات کے محض دو سال بعد لکھا گیا۔ اس اعتبار سے یہ "الفوز الکبیر" کا سب سے قدیم قلمی نسخہ ہے۔

- دارالعلوم (دیوبند) کے کتب خانے میں اس کا ایک نامکمل قلمی نسخہ موجود ہے۔ سن کتابت و کاتب کا نام درج نہیں۔ لیکن مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی کی رائے ہے کہ شاہ محمد عاشق اور شاہ عبدالرحمٰن پھلتی کی تحریروں سے تقابل کے بعد یہ طے ہے کہ یہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔(۳۵)
- خدابخش لائبریری (پٹنہ) کے کتب خانے میں بھی اس کے دو قلمی نسخے موجود ہیں۔
- جامعہ عثمانیہ (حیدر آباد۔ دکن) کے کتب خانے میں بھی اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔
- مولانا آزاد عربک / پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (ٹونک) کے کتب خانے میں بھی اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔
- جامعہ ملیہ (دہلی) کے کتب خانے میں بھی اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔
- اسی طرح جامعہ ہمدرد (دہلی) کے کتب خانے میں بھی اس کا ایک کرم خوردہ قلمی نسخہ موجود ہے، جس پر سن کتابت 1282ھ/1866ء درج ہے۔
- اس کے دو قلمی نسخے کتب خانہ ہمدرد (کراچی) میں جبکہ ایک ایک قلمی نسخہ بالترتیب کتب خانہ مہرویہ (گولڑہ شریف) اور کتب خانہ اسلامیہ کالج یونیورسٹی (پشاور) میں بھی موجود ہیں۔

الفوزالکبیر کے 25 مطبوعہ نسخوں کا علم ہو سکا ہے۔ جس میں سب سے قدیم طباعت مطبع احمدی (ہگلی سورت)، 1249ھ/1833ء کی ہے۔ عربی زبان میں اس کا سب سے پہلا ترجمہ مطبع فاروقی (دہلی) سے 1296ھ/1878ء میں طبع ہوا، یہی نسخہ منیر دمشقی نے "دلیل الحیران" کے ساتھ مصر سے شائع کیا تھا۔ مولانا سعود عالم قاسی کے مطابق اس کا سب سے پہلا اردو ترجمہ رشید احمد انصاری نے کیا جسے مکتبہ برہان (دہلی) نے 1963ء میں شائع کیا۔(۳۶) لیکن یہ درست نہیں۔ اس لیے کہ اس سے قبل محمد سلیم عبداللہ نے اس کا اردو ترجمہ کیا تھا جسے اکیڈمی لائبریری (کراچی) نے 1960 میں شائع کیا تھا۔ انگریزی زبان میں جی۔ ایچ جلبانی نے اس کا ترجمہ کیا، جو نیشنل ہجرہ کونسل (اسلام آباد) سے 1985ء میں طبع ہوا۔ عربی زبان میں اس کی ایک شرح مولانا سعید احمد پالن پوری نے "العون الکبیر" اور دوسری شرح مولانا ابوسفیان مفتاحی نے "الفیض الکبیر" کے عنوان سے کی۔ جبکہ اردو زبان میں بھی اس کی تین سے زائد شروحات موجود ہیں۔

الفوزالکبیر دراصل امام ولی اللہ دہلوی کے فہم قرآن کی اساس اور بنیاد ہے۔ اس مختصر رسالے میں شاہ ولی اللہ نے نہایت جامعیت سے علوم قرآن کا نچوڑ پیش کیا ہے۔ شاہ صاحب کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ایک ہزار سال میں ہونے والے سابقہ علمی کام کا جائزہ لے کر ان علوم میں کئی مفید اضافے کیے ہیں اور یہی چیز انہیں مجدد بناتی ہے۔ قرآن کریم چونکہ شاہ صاحب کی فکر کا محور ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے الفوزالکبیر میں فہم قرآن کے ان اساسی اصولوں اور علمی قواعد پر بات کی ہے جو قرآن فہمی کا ذوق رکھنے والوں کو طویل تفاسیر کے مطالعہ کے بعد بھی حاصل نہیں ہوتیں۔ اگرچہ علوم قرآن پر اس سے قبل زرکشی اور سیوطی کا علمی کام موجود تھا۔ لیکن برصغیر میں اس سے قبل علوم قرآن پر کسی مستقل تصنیف کا پتہ نہیں چلتا۔ سید عبدالحئ لکھنوی نے بھی برصغیر میں علوم قرآن پر ہونے والے کام میں اس کتاب کو سرفہرست رکھا ہے۔(۳۷) اس کتاب کا سبب تالیف شاہ صاحب نے یوں بیان کیا ہے:

چوں بریں فقیر دری از فہم کتاب اللہ کشادند خواست کہ بعضے نکات نافعہ کہ در تدبر کلام اللہ یاراں را بکار آید در رسالہ مختصری مظبوط نمائد امیدوارے از عنایت حضرت باری آں ست کہ طالب علماں را بہ مجرد فہم ایں قواعد

راہے واسع در فہم معانی کتاب اللہ کشادہ گردد کہ اگر عمرے در مطالعہ تفسیر با گزارنیدن آنہا بر علی انھم اقل قیل فی ھذاالزمان بسر برند دباآن ضبط و ربطہ بدست نیارند۔ (۳۸)

"جب اس فقیر پر فہم قرآن کا دروازہ کھولا گیا تو میں نے چاہا کہ بعض مفید نکات جو کتاب اللہ کو سمجھنے میں احباب کو فائدہ دے سکتے ہیں، ایک مختصر رسالے میں منضبط کردوں، اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ان قواعد کو سمجھ لینے کے بعد طلباء کے لیے فہم قرآن کی ایک وسیع اور کشادہ راہ کھل جائے گی کہ اگر وہ ایک عمر کتب تفسیر کا مطالعہ کرنے یا مفسرین سے پڑھنے میں (جن کی تعداد اس زمانے میں نہ ہونے کے برابر ہے) صرف کریں تو اس قدر ضبط کے ساتھ حاصل نہیں ہو سکتا۔"

شاہ صاحب نے "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

1. پہلے باب میں انہوں نے اپنے تفکر و تدبر کے نتیجے میں یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم کے تمام مضامین کو پانچ علوم میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ علم الاحکام، علم المخاصمہ، علم تذکیر بآلاء اللہ، علم تذکیر بایام اللہ اور علم تذکیر بالموت و مابعد الموت۔ علم الاحکام پر محض اشاروں میں بات کی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی معرکۃ الآراء کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں اس کی تفصیل پیش کرنا چاہتے تھے۔ علم المخاصمہ کے ضمن میں شاہ صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مخاصمت کی آیات مخصوص اقوام و ملل ہی کے لیے نازل نہیں ہوئیں بلکہ ہر عہد و قوم میں اس کی تطبیق ممکن ہے۔ اسی طرح انہوں نے اہل یہود کے علماء کو اپنے دور کے علمائے سو پر منطبق کیا ہے۔ نیز اپنے دور کے مشائخ کے ساتھ فرط عقیدت کو اہل نصاریٰ سے مشابہہ قرار دیا ہے۔

2. دوسرے باب میں شاہ صاحب نے علم تفسیر کی مشکلات اور ان کے حل پر بحث کی ہے۔ فہم قرآن کے ضمن میں وہ پہلی مشکل یہ بتاتے ہیں کہ قرآن کریم کے بعض کے غریب الفاظ کی اور اس کے مفہوم کی تعیین میں مفسر کو دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا حل یہ ہے کہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور اہل زبان کے بیان کردہ معانی کا تتبع و تفحص کیا جائے۔ فہم قرآن کے ضمن میں دوسری مشکل ناسخ و منسوخ کی پہچان ہے۔ شاہ صاحب نے متقدمین و متاخرین کے تصور نسخ کا تحلیلی جائزہ لے کر ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم کی آیات میں محض پانچ آیات منسوخ قرار پاتی ہیں۔ (۳۹) فہم قرآن کے ضمن میں تیسری مشکل انہوں نے شان نزول کی معرفت کو بتایا ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے یہ متوازن رائے قائم کی ہے کہ قرآن کریم کے بیان کردہ واقعہ کا شان نزول بیان کرنا اگرچہ درست ہے لیکن آیت کو محض اسی واقعہ سے مخصوص کرنا آیت کا معانی محدود کرنے کے مترادف ہے۔ فہم قرآن کے حوالے سے چوتھی مشکل انہوں نے اسلوب کلام میں خطاب کی تبدیلی، حذف ضمائر، تقدیم و تاخیر اور مجاز و کنایہ کے استعمال کو بتایا ہے اور متعدد مثالوں سے اس کی وضاحت کی ہے۔

3. تیسرے باب میں شاہ صاحب نے قرآن کریم کے اسلوب بیان پر بحث کی ہے۔ شاہ صاحب کے مطابق قرآن کریم کا ہر فرمان مستقل بالذات ہے۔ اس لیے اس کے مجموعے میں باہم ربط و تعلق کی تلاش و جستجو سعی لاحاصل ہے، ان کا یہ بھی

کہنا ہے کہ ایک سورت کے اندر آیتوں کی ترتیب توقیفی کہی جاسکتی ہے مگر خود سورتوں کی ترتیب عہد صحابہ میں انجام پائی ہے۔(۴۰) اس باب میں انہوں نے قرآن کریم کے لفظی و معنوی وجوہ اعجاز بھی بیان کیے ہیں۔

4. چوتھے باب میں شاہ صاحب نے فنون تفسیر پر بات کی ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے تفسیر قرآن کے مختلف مناہج و رجحانات کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد فہم قرآن کے حوالے سے استنباط، توجیہ اور تاویل کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ پھر آخر میں حروف مقطعات کے معانی متعین کرنے کی سعی کی ہے۔

5. پانچویں باب میں شاہ صاحب نے قرآن کریم کے غریب الفاظ کے مفہوم کی تعیین کے لیے صحابہ کرام، تابعین عظام اور اہل زبان کے اقوال سے استشہاد کیا ہے۔ یہ بابت الگ سے "فتح الخبیر" کے عنوان سے طبع ہوا تھا۔ بہر حال "الفوز الکبیر" شاہ صاحب کی ایک عمدہ کاوش ہے۔ چنانچہ مولانا سندھی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "واقعہ یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ نے قرآن کے مطالب اور مضامین کو مذکورہ بالا پانچ ابواب میں تقسیم کرکے دنیائے اسلام پر رحمت کا دروازہ کھول دیا ہے"۔(۴۱)

4۔**فتح الخبیر**: شاہ صاحب نے یہ رسالہ عربی زبان میں قرآن کریم کے غریب الفاظ کی تشریح اور شان نزول کی معرفت کے لیے تحریر کیا تھا۔(۴۲) اس رسالہ کو الفوز الکبیر کا تکملہ یا ضمیمہ کہا جاسکتا ہے۔ اس رسالے کو اگرچہ شاہ صاحب نے الفوز الکبیر کے بعد تحریر کیا لیکن الفوز الکبیر کی تمہید میں شاہ صاحب نے اسے الفوز الکبیر کا پانچواں باب قرار دیا ہے۔(۴۳) لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی مستقل ایک الگ حیثیت بھی ہے۔ اس رسالے میں شاہ صاحب نے قرآن کریم کی ایک سو بارہ سورتوں(۴۴) کے تقریباً دو ہزار الفاظ غریبہ کی شرح فرمائی ہے۔ متعدد سورتوں اور آیات کا شان نزول بھی بیان کیا گیا ہے۔ تاہم شاہ صاحب خصوصی لفظ اور سبب کے بجائے عموم معنی کا اعتبار فرماتے ہیں۔ ان کے نزدیک آیت کے نزول کا سبب کوئی مخصوص واقعہ یا پس منظر ہو سکتا ہے۔ لیکن حکم میں اس کی رعایت نہ کی جائے گی بلکہ وہ دوامی و شمولی ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ شاہ صاحب کے نزدیک "غریب" کا مفہوم اہل لغت والا نہیں ہے یعنی ایسا لفظ جو زبان میں قلیل الاستعمال یا غیر مستعمل ہو بلکہ ان کے یہاں لفظ غریب کے مفہوم میں مشترک المعنی، مشکل اور مبہم سبھی الفاظ شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ "فتح الخبیر" میں ایسے بہت سے الفاظ ہیں جنہیں اہل لغت کی اصطلاح میں غریب نہیں کہا جاسکتا۔

اگرچہ کئی قلمی نسخوں میں یہ رسالہ الفوز الکبیر کے ساتھ ہے لیکن اس کے مستقل قلمی نسخے بھی موجود ہیں۔

- اس کا ایک قلمی نسخہ مولانا ابوالکلام آزاد عربیک/پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (ٹونک) کے کتب خانے میں کتب خانہ نمبر 1999 کے تحت موجود ہے۔ کاتب کا نام محمد نواز اور سن کتابت 1254ھ/1838ء درج ہے۔ اس قلمی نسخے کے کل صفحات 32 ہیں۔
- جامعہ عثمانیہ (حیدر آباد۔دکن) کے کتب خانے میں بھی اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ نمبر: 7978 کے تحت موجود ہے۔
- اس کا ایک قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں بھی موجود ہے جو 1254ھ/1838 کا مکتوبہ ہے۔
- ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے کتب خانے میں بھی اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ نمبر 207 کے تحت موجود ہے۔ یہ شاہ صاحب کے بعض دیگر رسائل کے ساتھ ایک جلد میں ہے۔ کاتب کا نام درج نہیں اور قلمی نسخے پر پانی کے اثرات ہیں۔

❖ اس کاایک قلمی نسخہ خدابخش لائبریری (پٹنہ) میں بھی موجود ہے۔جوالفوزالکبیر کے ساتھ ملحق ہے۔اس کاعنوان "تفسیر الفوزالکبیر مع تفسیر فتح الخبیر "درج ہے، جو ظاہر ہے کاتب کی غلطی محسوس ہوتی ہے۔یہ قلمی نسخہ عمدہ نستعلیق خط میں لکھا گیاہے۔

❖ اس کا ایک قلمی نسخہ قومی عجائب گھر (کراچی) کے کتب خانے میں بھی موجود ہے، جس پر سن کتابت 1286ھ/1870ءدرج ہے۔

"فتح الخبیر "کی چھ اشاعتوں کا پتہ چلتاہے، جس میں سب سے قدیم اشاعت مطبع نول کشور (لکھنؤ)1289ھ/1872ء کی اشاعت ہے۔اردو زبان میں اس کا پہلا ترجمہ سید محمد مہدی الحسن اور مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی نے کیا تھا جسے قرآن محل (کراچی) نے شائع کیا تھا۔اس کے بعد کے کسی اردو ترجمے کا پتہ نہیں چلتا۔

5۔تاویل الاحادیث: قرآن کریم میں بیان کردہ انبیاء کرام کے قصص کی تاویل و تشریح اور تعبیر و توجیہ سے متعلق شاہ صاحب نے عربی زبان میں یہ رسالہ تالیف فرمایا۔انبیاء کرام کے واقعات و معجزات سے شاہ صاحب نے نہایت عمدہ علمی نکات اخذ کیے ہیں۔الفوز الکبیر میں شاہ صاحب نے اپنی اس کتاب کا ذکر کیا ہے اور اس کتاب میں ذکر کردہ تاویل کی وضاحت کی ہے کہ نبی اور اس کی قوم کی استعداد اور خدائی تدبیر کی مناسبت کے لحاظ سے جو واقعہ رونما ہوتا ہے اس کا ایک مبداء ہوتا ہے۔[۴۵] شاہ صاحب نے اس کتاب کے مقدمے میں انبیاء کرام کے معجزات اور خارق عادت واقعات کی جو تاویل کی ہے،اس کی حکمت و معنویت اور قواعد و ضوابط کی تفہیم کی ہے۔شاہ صاحب نے قصہ آدم وابلیس، نار نمرود اور عصائے موسیٰ کو خواب سے تعبیر کیا ہے اور لکھا ہے:

> **اعلم ان الاحوال الطارئة علی نفوس الکمل و الواقعات المنتظمة فی المثال تکمیلة لھم حکماحکمھاالمنام و کذالک الحوادث الواقعة کلھامنامات۔**[۴۶]
>
> "جان لو کہ نفوس کاملہ (انبیاء) پر جو احوال طاری ہوتے ہیں اور ان کی تکمیل کے لیے عالم مثال میں جو واقعات منتظم ہوتے ہیں، اس کا حکم خواب کا ہوتا ہے اور اسی طرح رونما ہونے والے واقعات سب کے سب خواب ہوتے ہیں"۔

انبیائے کرام کے معجزات کے حوالے سے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان میں اسباب و علل بالکلیہ ختم نہیں کیے جاتے بلکہ اسباب کا پردہ کسی نہ کسی درجے میں موجود رہتا ہے اور یہ معجزات عادت انسانی ہی کے ضمن میں رونما ہوتے ہیں۔انبیائے کرام کے قرآنی قصص سے شاہ صاحب نے جو فلسفیانہ نکات اخذ کیے ہیں وہ ان کے دور سے قبل کے متکلمین کے ہاں نہیں ملتے۔ فہم قرآن کے ضمن میں شاہ صاحب کا یہ کام بالکل انوکھا اور نرالا ہے۔اگر شاہ صاحب کے فلسفہ پر گہری نظر نہ ہو تو اس کتاب کے مباحث چونکا کے رکھ دینے والے ہیں۔چنانچہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی کتاب "قصص القرآن "کو اس کی شرح کے طور پر پڑھا جائے تو بہت سے پیچیدہ مباحث حل ہو جاتے ہیں۔

تاویل الاحادیث کی دس اشاعتوں کا پتہ چلتا ہے۔تاہم خیال یہ ہے کہ ان کے علاوہ بھی اس کی اشاعتیں ہوں گی۔تاویل الاحادیث عربی زبان میں لکھی گئی لیکن اس کا اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔اردو زبان میں اس کا سب سے پہلا ترجمہ مطبع احمدی (دہلی) نے 1899ء میں کیا۔یہ اس کی سب سے پہلی اشاعت تھی جس میں عربی اور اردو دونوں متون دو کالمی انداز میں شائع کیے گئے تھے، یہ اشاعت 88 صفحات پر مشتمل تھی اگرچہ اس اشاعت میں مترجم کا نام مذکور نہیں مگر ناشر کے وضاحتی نوٹ

سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ناشر یعنی سید ظہیر الدین ہی اس کے مترجم بھی ہیں۔اس کا دوسرا اردو ترجمہ مولانا غلام مصطفی قاسمی نے کیا، جسے شاہ ولی اللہ اکیڈمی (حیدر آباد۔سندھ) نے 1388ھ/1969ء میں شائع کیا۔انگریزی زبان میں اس کا پہلا ترجمہ جی۔این جلبانی نے کیا، جسے پہلی بار شاہ ولی اللہ اکیڈمی (حیدر آباد۔سندھ) نے 1391ھ/1972ء میں شائع کیا جبکہ دوسرا ترجمہ جی۔ایم۔ایس بالجن نے کیا جو لیڈن سے 1973ء میں شائع ہوا۔اس کتاب کی سب سے عمدہ اشاعت ہے وہ ہے جو مولانا غلام مصطفی قاسمی کی تحقیق کے ساتھ شاہ ولی اللہ اکیڈمی (حیدر آباد۔سندھ) سے شائع ہوئی۔اس محقق نسخہ میں مولانا قاسمی نے مطبع احمدی (دہلی) کے مطبوعہ نسخے کے ساتھ حافظ عبدالمجید محمد نوشہ (شاگرد شاہ عبدالعزیز دہلوی) کے قلمی نسخہ سے بھی استفادہ کیا ہے جو 1252ھ/1837ء کا مکتوبہ ہے اور انہیں اس کی نقل شیخ محمد عبداللہ عمر پوری کے ذاتی کتب خانے میں ملی تھی۔دستیاب مطبوعہ اور قلمی نسخوں کا تقابل کر کے اس پر بہت مفید حواشی چڑھائے ہیں۔اس کتاب کے محض ایک قلمی نسخے کا پتہ چلتا ہے جو خدا بخش لائبریری (پٹنہ) کے کتب خانے میں موجود ہے۔اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کے قلمی نسخے خال خال ہی ہیں۔

مولانا سندھی کے شاگرد مولانا بشیر احمد لدھیانوی نے "تاویل الاحادیث" کو تاریخ نبوت کی کتاب قرار دیا ہے۔نیز لکھا ہے کہ یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی۔(۴۷) اس پر نقد کرتے ہوئے مولانا سعود عالم قاسمی نے لکھا ہے کہ:

> "نہ یہ درست ہے کہ تاویل الاحادیث انبیاء کی تاریخ اور ترتیب کے لیے لکھی گئی اور نہ اس میں اس طرح کی کوئی بحث ملتی ہے۔یہاں تک کہ یہ بھی غلط ہے کہ وہ فارسی زبان میں لکھی گئی"۔(۴۸)

تاہم خیال یہ ہے کہ مولانا لدھیانوی کی اس سے مراد قصص انبیاء کے تاریخی تسلسل اور باہمی ربط ہو۔البتہ دوسری بات کی کوئی توجیہ نہیں پیش کی جا سکتی۔اس حوالے سے ایک سہو مولانا نسیم احمد فریدی سے بھی ہوا ہے جنہوں نے اسے فن حدیث کی کتاب قرار دیا ہے۔(۴۹) حالانکہ یہ قطعی درست نہیں۔

سابقہ سطور میں شاہ ولی اللہ کی قرآنی فکر کے ضمن میں جس کام کا عمومی تعارف کروایا گیا ہے اسے ہم شاہ ولی اللہ کے فہم قرآن کے اصول و روائتی مآخذ قرار دے سکتے ہیں۔تاہم شاہ صاحب کی قرآن فہمی کا دائرہ ان کی تقریباً ہر کتاب میں موجود ہے۔کسی بھی مسئلہ کے ضمن میں شاہ صاحب قرآنی آیت سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آیت شاید ابھی نازل ہوئی ہے۔چنانچہ "حجۃ اللہ البالغہ" میں اسرار شریعت کے مباحث میں قرآنی آیات سے استدلال کیا ہے۔اسی طرح "ازالۃ الخفا" میں خلافت کے مباحث میں بھی قرآن فہمی کے جوہر دکھائے ہیں۔فقہی مباحث میں قرآنی استدلال کے مظاہر دیکھنا ہوں تو "ازالۃ الخفاء" اور "المصفیٰ والمسویٰ" اس کی مثال ہیں۔غرض شاہ صاحب نے اپنی تالیفات میں قرآن کریم کو اپنی فکر کا محور بنایا۔اس اعتبار سے ہم ان کتب کو شاہ صاحب کے فہم قرآن کے ثانوی و غیر روایتی مآخذ قرار دے سکتے ہیں۔تفصیل کا موقع نہیں، البتہ چند مثالوں سے شاہ صاحب کی قرآن فہمی اور طریقہ استدلال کا اندازہ لگائیں۔

- سورۃ الفاتحہ کی آیت: "صراط الذین انعمت علیھم"(۵۰) کے ضمن میں سورۃ النساء کی آیت: "من النبیین والصدیقین والشھداء"(۵۱) کو باہم مربوط کر کے پیش کیا ہے اور پھر اس کو اس حدیث سے مربوط کیا ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو "صدیق" اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو "شہید" کہا ہے۔(۵۲) آگے چل کر یہ نتیجہ

اخذ کیا ہے کہ "صراط مستقیم" دراصل شیخین (ابو بکر و عمر) کا طریق ہے تو اس سے لازم آیا کہ شیخین خلیفہ خاص ہوں۔(۵۳)

- سورۃ البقرہ کی آیت: "وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین"(۵۴) کے ضمن میں شاہ صاحب نے فدیہ سے مراد صدقہ فطر لیا ہے جو سال میں ایک بار عید کے روز دیا جاتا ہے۔ پھر اس استدلال پر وارد ہونے والے اعتراضات کا علمی محاکمہ کیا ہے۔(۵۵) "فدیہ" کی یہ توجیہ شاہ صاحب سے قبل کسی مفسر کے ہاں نہیں ملتی۔
- متشابہات کے حوالے سے دیگر مفسرین انسانی فہم سے بالا ہونے کے قائل ہیں۔ تاہم شاہ صاحب کے نزدیک "راسخین فی العلم" ان متشابہات کو سمجھ سکتے ہیں۔(۵۶) اس ضمن میں قرآنی آیت "وما یعلم تاویله الا الله والراسخون فی العلم"(۵۷) سے استدلال کیا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ قاسمی، محمد سعود عالم، شاہ ولی اللہ کی قرآنی فکر کا مطالعہ، المحمود اکیڈمی، 1998ء، لاہور، ص59

Qasmi, Muhammad Saud Alam, Shah Wali Ullah ki Qurani fikr ka mutalia, (Lahore: Almehmood academy),1998, P:59

۲۔ جلبانی، غلام حسین، شاہ ولی اللہ کی تعلیم، دارالکتاب، لاہور، 2002ء، ص27

Jalbani, Ghulam Husain, Shah Wali Ullah ki taleem, (Lahore: Darul Kitab),2002, P:27

۳۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین، مطبع احمدی، دہلی، ص194

Dehelwi, Shah Wali Ullah, Anfas UL Arfeen, (Dehli: Matba Ahmdi), P:194

۴۔ سندھی، عبیداللہ، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، سندھ ساگر اکادمی، لاہور، 2002ء، ص57

Sindhi, Ubaid Ullah, Shah Wali Ullah aur Un ka falsfha, (Lahore: Sindh Sagar Academy, 2002, P:57)

۵۔ شاہ صاحب نے اس کا اظہار الفوز الکبیر، انفاس العارفین اور تفہیمات الٰہیہ میں کیا ہے۔

۶۔ دہلوی، شاہ عبدالعزیز، ملفوظات شاہ عبدالعزیز، مطبع مجتبائی، میرٹھ، 1311ھ، ص7

Dehelwi, Shah Abdul Aziz, Malfoozat Shah Abdul Aziz, (Merath: Matba Mujtbai,1311), P:7

۷۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، مقدمہ فتح الرحمٰن، مطبع انصاری، دہلی، 1303ھ، ص1

Dehelwi, Shah Wali Ullah, Muqadimah Fath Ul Rehman (Dehli: Matba Ansari,1303), P:1

۸۔ مرجع سابق، ص2

Ibid, P:2

9. S.A. Rizwi, Shah Wali Ullah and his time, Suhail Academy, Lahore,2004, P:231

۱۰۔ تفصیل ملاحظہ ہو: مقدمہ فتح الرحمٰن، ص2-4

Muqadimah Fath Ul Rehman, P:2-4

۱۱۔ سورۃ التوبہ، 73:3

Al Tubah: 73:3

۱۲۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، فتح الرحمٰن، چاپخانہ قرآن کریم مجمع ملک فہد، سعودیہ عرب، ص291

Dehelwi, Shah Wali Ullah, Fath Ul Rehman (Saudi Arab: Majma Malik Fahad), P:291

۱۳۔ ملاحظہ ہو: سندھی، عبیداللہ، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، ص58۔60/شاہ صاحب نے ترجمہ قرآن پر جو حواشی تحریر کیے وہ الگ تحقیق کے متقاضی ہیں۔ حال ہی میں مفتی عبدالخالق آزاد (مسند نشین خانقاہ رائے پور) نے فتح الرحمٰن کے بعض غیر مطبوعہ حواشی پر تحقیقی کام کیا ہے۔ جو انہوں نے فتح الرحمٰن (قلمی نسخہ دارالعلوم دیوبند) سے اخذ کیے ہیں۔ اسی طرح فتح الرحمٰن کے دیگر قلمی نسخوں سے اس کے غیر مطبوع حواشی پر تحقیق کی ضرورت ہے۔
Sindhi, Ubaid Ullah, Shah Wali Ullah aur Un ka falsfha, P:57)

۱۴۔ سورۃ الانبیاء، 105:21

Al Anbia: 21:105

۱۵ ۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، فتح الرحمٰن، ص483/اس موضوع پر شاہ صاحب نے اپنی کتاب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" میں تفصیل سے بحث کی ہے۔
Dehelwi, Shah Wali Ullah, Fath Ul Rehman, P:483

۱۶۔ سورۃ البقرہ، 177:2

Al Baqarah: 1:177

۱۷۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، فتح الرحمٰن، ص37

Dehelwi, Shah Wali Ullah, Fath Ul Rehman, P:37

۱۸۔ سورۃ الحاقہ، 1-2:69

Al Haqah: 69: 1-2

۱۹۔ دہلوی، فتح الرحمٰن، ص480

Dehelwi, Shah Wali Ullah, Fath Ul Rehman, P:480

۲۰۔ مرجع سابق

Ibid

۲۱۔ سورہ ھود، 40:11

Al Hood: 11:40

۲۲۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، فتح الرحمٰن، ص329

Dehelwi, Shah Wali Ullah, Fath Ul Rehman, P:329

۲۳۔ مرجع سابق، ص209

Ibid, P:209

۲۴۔ سورۃ الاعراف، 189:7

Al Aaraf: 7:189

۲۵۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، فتح الرحمٰن، ص438

Dehelwi, Shah Wali Ullah, Fath Ul Rehman, P:438

۲۶۔ سیوہاروی، حفظ الرحمٰن، شاہ ولی اللہ اور مقدمہ ترجمۃ القرآن، ماہنامہ برہان (دہلی) اکتوبر، 1945، ص235

Seuharwi, Hifz ul Rehman, Shah Wali Ullah aur muqadimah tarjumat ul Quraan, (Dehli: Monthly Burhan, Oct 1945), P:235

۲۷۔ لاہوری، عبدالرشید، کتب خانہ ٹونک کے بعض مخطوطات، ماہنامہ معارف (اعظم گڑھ) 1948، ص136

Lahori, Abdul Rasheed, Kutab Khanah Tonk key baz Makhtootat, (Azamgarh: Monthly Maarif,1948), P:136

۲۸۔ مرجع سابق

Ibid

۲۹۔ قاسمی، سعود عالم، شاہ ولی اللہ کی قرآنی فکر کا مطالعہ، ص97

Qasmi, Muhammad Saud Alam, Shah Wali Ullah ki Qurani fikr ka mutalia, P:97

۳۰۔ آزاد، عبدالخالق، قرآنی ترجمہ نگاری کی اہمیت اور اصول و قوانین، رحیمیہ مطبوعات، لاہور، 2016ء، ص36-35

Azad, Abdul Khaliq, Qurani tarjumah nigari ki ahmiat aur asool wa qawaneen, (Lahore: Rahimia Matbooat,2016), P: 35-36

۳۱۔ مرجع سابق، ص187

Ibid, P:187

۳۲۔ مرجع سابق، ص81-80

Ibid,81-82

۳۳۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، مطبع مجتبائی، دہلی، 1922ء، ص46

Dehelwi, Shah Wali Ullah, Alfauz Ul Kabeer fi Usool e Tafseer, (Dehli: Matba Mujtbai,1922), P:46

۳۴۔ آزاد، عبدالخالق، قرآنی ترجمہ نگاری کی اہمیت اور اصول و قوانین، ص61

Azad, Abdul Khaliq, Qurani tarjumah nigari ki ahmiat aur asool wa qawaneen, P:61

۳۵۔ قاسمی، عطاء الرحمٰن (مرتب)، امام شاہ ولی اللہ اور ان کے افکار و نظریات، شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ، دہلی، 2004ء، ص160/مولانا عطاء الرحمٰن قاسمی نے بھی اسی غلطی کو دہرایا ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک اور غلطی یہ کی ہے کہ الفوز الکبیر کے متعلق لکھا ہے کہ "یہ فن اصول تفسیر میں ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے جو اصلاً عربی زبان میں ہے"۔ (ملاحظہ ہو: مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ، ج4، ص10) حالانکہ "الفوز لکبیر" اصلاً فارسی زبان میں لکھی گئی۔ معلوم نہیں قاسمی صاحب جیسے محقق سے یہ غلطی کیونکر سرزد ہوئی۔

Qasmi, Ata Ul Rehman, Imam Shah Wali Ullah aur un key afkar o nazriat, (Dehli: P:160Shah Wali Ullah institute, 2004),

۳۶۔ قاسمی، سعود عالم، شاہ ولی اللہ اور ان کی قرآنی فکر کا مطالعہ، ص84

Qasmi, Muhammad Saud Alam, Shah Wali Ullah ki Qurani fikr ka mutalia, P:84

۳۷۔ الحسنی، عبدالحئی، سید، الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، موسسہ ہنداوی، قاہرہ، 2012، ص156

Alhasni, Abdul Hai, Al Saqafat Ul Islamiah fil Hind, (Qahirah: Moassisah Hindawai,2012), P:156

۳۸۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص2

Dehelwi, Shah Wali Ullah, Alfauz Ul Kabeer fi Usool e Tafseer, P:2

۳۹۔ اس حوالے سے مولانا سندھی نے لکھا ہے کہ: ہمارے خیال میں شاہ صاحب کا اصل مقصود تو یہی ہے کہ قرآن مجید میں سرے سے کوئی آیت منسوخ نہیں، مگر وہ اس بات کو مصلحت کی وجہ سے صراحتاً نہیں کہتے۔ کیونکہ اس طرح صراحتاً کہنے سے ان کی بات معتزلہ کے قول کے مشابہہ ہو جاتی۔ (ملاحظہ ہو: شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، ص78)۔ ڈاکٹر محمد سعود قاسمی نے اپنے مقالہ میں مولانا سندھی کی اس رائے پر نقد کیا ہے لیکن یہ نقد علمی دلائل سے یکسر خالی ہے۔ (ملاحظہ ہو: شاہ ولی اللہ دہلوی کی قرآنی خدمات، 65-64)

Sindhi, Ubaid Ullah, Shah Wali Ullah aur Un ka falsfha, P:78/ Qasmi, Muhammad Saud Alam, Shah Wali Ullah ki Qurani fikr ka mutalia, P:64-65

۴۰۔ شاہ صاحب کے اس نقطہ نظر سے بعض اہل علم نے اختلاف کیا ہے جن میں سر فہرست خود ان کے فرزند شاہ عبدالعزیز دہلوی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تفسیر "فتح العزیز" میں ربط سورۃ و آیات کو خاص اہتمام کیا ہے۔ شاہ صاحب فی الجملہ نظم وضبط کے تو قائل ہیں لیکن ترتیب اور نظم کی معروف صورت کی پیروی نہیں کرتے۔

۴۱۔ سندھی، عبیداللہ، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، ص53

Sindhi, Ubaid Ullah, Shah Wali Ullah aur Un ka falsfha, P:53

۴۲۔ ڈاکٹر زبید احمد نے فتح الخبیر کا تعارف ایک تفسیر کی حیثیت سے کرایا ہے۔ حیرت ہے کہ ان سے یہ غلطی کیونکر سرزد ہوئی۔ (ملاحظہ ہو:

Zubaid Ahmad, The Contribution of Indo-Pakistan to Arabic Literature, Lahore, 1968, P:22)

۴۳۔ ڈاکٹر علیم اشرف جائسی نے لکھا ہے کہ شاہ صاحب نے اسے مستقل تالیف کی حیثیت دی ہے۔ اور اسے الفوز الکبیر کا پانچواں باب بنانے کی بجائے مستقل رسالہ بنانا پسند فرمایا۔ (ملاحظہ ہو: شاہ ولی اللہ دہلوی کی قرآنی خدمات، ص40) معلوم نہیں ڈاکٹر جائسی نے ایسا کیوں لکھا۔ حالانکہ شاہ صاحب نے الفوز الکبیر کی تمہید میں صراحات کی ہے: "باب پنجم در ذکر جملہ صالحہ از شرح غریب قرآن واسباب نزول" (الفوز الکبیر، ص3) اسی طرح الفوز الکبیر کے باب دوم میں لکھتے ہیں: "و مرا مناسب می نمائد کہ در باب پنجم ازیں رسالہ جملہ صالحہ از شرح غریب قرآن باشان نزول جمع کنم و آنزا رسالہ مستقلہ سازم تا اگر کسی خواہد داخل ایں رسالہ سازد و اگر کسی خواہد جداگانہ یاد گیر"۔ ان عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے نزدیک اسی کی مستقل حیثیت بھی ہے لیکن موضوعاتی ہم آہنگی کے باعث وہ اسے الفوز الکبیر کا پانچواں باب قرار دیتے ہیں۔

۴۴۔ محض سورۃ القدر اور سورۃ الکافرون رسالے میں شامل نہیں۔ سورۃ الکافرون میں تو فی الواقع شاہ صاحب کی اصطلاح میں کوئی غریب لفظ نہیں ہے لیکن سورۃ القدر میں کئی الفاظ قابل تشریح ہیں۔ معلوم نہیں شاہ صاحب نے اس مکمل سورۃ کو کیوں نظر انداز کر دیا؟ ڈاکٹر جائسی نے اس ضمن میں خیال ظاہر کیا ہے کہ ممکن ہے ایسا کاتبین کی غلطی سے ہو گیا ہو۔ (ملاحظہ ہو: شاہ ولی اللہ دہلوی کی قرآنی خدمات، ص 41)۔ مولانا عطاء الرحمٰن قاسمی نے جو رسائل امام شاہ ولی اللہ میں فتح الخبیر کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے، جس کے مترجمین مولانا سید محمد مہدی الحسنی اور مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی ہیں۔ اس ترجمے میں سورۃ القدر اور سورۃ الکافرون بھی شامل ہیں۔ حالانکہ اس کے کسی قلمی و مطبوعہ نسخے میں یہ سورتیں شامل نہیں۔ معلوم نہیں اس کا ماخذ کیا ہے؟ مرتب نے بغیر تحقیق کے اسے شائع کر دیا۔ مناسب ہوتا کہ اس کی تصریح کر دی جاتی۔

۴۵۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص46

Dehelwi, Shah Wali Ullah, Alfauz Ul Kabeer fi Usool e Tafseer, P:46

۴۶۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، تاویل الاحادیث، اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ الدھلوی، حیدر آباد۔ سندھ، ص5-4

Dehelwi, Shah Wali Ullah, Taweel Ul Ahadith, (Sindh: Shah Wali Ullah academy), P: 4-5

۴۷۔ لدھیانوی، بشیر احمد، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ عمرانیات و معاشیات، بیت الحکمت، لاہور، 1945ء، ص31

Ludhyanwi, Basheer Ahmad, Shah Wali Ullah aur un ka falsfha umraniat wa muashiat, (Lahore: Bait ul Hikmat,1945), P:31

۴۸۔ قاسمی، سعود عالم، شاہ ولی اللہ کی قرآنی فکر کا مطالعہ، ص95

Qasmi, Muhammad Saud Alam, Shah Wali Ullah ki Qurani fikr ka mutalia, P:95

۴۹۔ فریدی، نسیم احمد، نادر مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 2010ء، ص60

Fareedi, Naseem Ahmad, Nadir Maktoobat Shah Wali Ullah, (Lahore: Idarah Saqafat e Islamia,2010), P:60

۵۰۔ سورۃ الفاتحہ، 6:1

Alfatiha: 1:6

۵۱۔ سورۃ النساء، 69:4

Al Nisa: 4:69

۵۲۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، سہیل اکیڈمی، لاہور، 111/2

Dehelwi, Shah Wali Ullah, Izalat Ul Khifa an Khilafat el Khulafah, (Lahore: Suhail Academy), Vol:2, P:111

۵۳۔ مرجع سابق

Ibid

۵۴۔ سورۃ البقرہ، 184:2

Al Baqarah: 2:184

۵۵۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، المصفیٰ، مطبع رحیمیہ، دہلی، 232/1

Dehelwi, Shah Wali Ullah, Almusaffa, (Dehli: Matba Rahimia), Vol:1, P:232

۵۶۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، الطباعۃ المنیریہ، مصر، 1352ھ، 110/1

Dehelwi, Shah Wali Ullah, Hujjat Ullah hil Baligha, (Misr: Al Tabat Ul Muniria,1352),Vol:1,P:110

۵۷۔ سورۃ آل عمران، 7:3

Aal Imran: 3:7